"قیاس" بحیثیت ماخذِ فقہِ اسلامی

شفقت حسین خادم - ایم - اے شعبۂ علومِ اسلامی - یونیورسٹی آف کراچی

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الہامی طور پر اور بطور قیاس وقتاً فوقتاً مسائل میں اجتہاد فرمایا مثلاً :-

۱ — قرآنِ کریم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا (سورۃ النساء ۲۵) کیونکہ یہ قطعِ رحمی کا باعث ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی حکم نہیں دیا کہ عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ کیونکہ اس میں بھی وہی قطعِ رحمی کی علت ہے لہٰذا آپ نے کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں لانے کو ممنوع قرار دیا ۔

۲ — ایک شخص کا باپ بہت بوڑھا ہو گیا اور حج کو نہیں جا سکتا تھا ۔ رسول کریمؐ سے اس کے بیٹے نے سوال کیا کہ کیا وہ اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے ۔ آپؐ نے پوچھا "اگر اس کے ذمے قرض ہوتا" ؟ عرض کیا "میں ذمہ دار ہوتا" ۔ تب آپؐ نے فرمایا " فحج عن ابیك ــــ دَین اللهِ احق " پس تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر کہ اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے ۔

۳ — ایک مرتبہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ بدوی دیہاتوں سے جانور ذبح کر کے گوشت لاتے ہیں نہ معلوم وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں یا نہیں ! آپ نے فرمایا "اس پر اللہ کا نام لو اور کھاؤ" یعنی جب ذبح کرنے والا مسلمان ہے تو محض شک کی بنا پر اس کے ذبیحہ کو ناجائز نہ قرار دیا جائے ۔

۴ — تمام درندوں کا گوشت حرام ہے اور ان کا جھوٹا بھی حرام ہے بلی بھی ایسا ہی درندہ

ہے اس کا جھوٹا بھی حرام ہونا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ سے بلی کے جھوٹے کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپؐ نے فرمایا " ھی من الطوافات علیکم" یہ تمہارے گھر میں چہار جانب سے گردش کرنے والی ہے یہاں قیاس کا تعلق کثرتِ آمد و رفت سے ہے۔

۵۔ قرآن کریم میں صرف انگور کی شراب (خمر) کا ذکر ہے۔ حضورِ اکرمؐ نے قیاس فرمایا کہ تمام شرابیں جو کی ہو یا کھجور کی، سب حرام ہیں اور اسی طرح وضاحت فرمائی کہ "کل مسکر خمر وکل خمر حرام" (مسلم) ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے"۔

۶۔ غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر عمرو بن العاصؓ "راس الجیش" تھے سخت سردی کا موسم تھا، آپ کو غسل کی حاجت ہوئی۔ آپ نے تیمم کر کے نماز پڑھائی۔ غزوہ کے بعد یہ مسئلہ نبیؐ اکرمؐ کے سامنے پیش ہوا۔ حضورؐ نے اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو۔ چنانچہ میں نے تیمم کر لیا۔ حضورؐ نے اُن کے اس فتوے کو مستحسن فرمایا۔

۷۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے یہاں تک کہ جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے وہ بھی صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، کیا خواہشِ نفس کی تکمیل پر بھی ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ اُس کو ناجائز مقام پر صرف کرتا تو کیا عذاب نہ ہوتا؟

صحابہؓ کا قیاس

صحابہؓ کرام کے قیاس کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً:۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ مسئلہ پیش آیا کہ لوگ شراب نوشی کو معمولی گناہ سمجھنے ہیں اور ممالک محروسہ سے شراب نوشی کے جرائم کی رپورٹیں آنے لگیں۔ مثلاً شام کے چند لوگوں نے شراب پی تو یزید بن ابوسفیانؓ نے اُن سے پوچھا کہ تم نے شراب کیوں پی اور انہوں نے اپنے فعل کی دلیل میں یہ قرآنی آیت پڑھی۔

ترجمہ:۔ "جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اُس پہ کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ اُن چیزوں سے بچے رہیں۔ جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پہ ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں پھر جس جس چیز سے روکا جائے اُس سے رُکیں اور جو فرمانِ الٰہی ہو

اُس سے امن۔ پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں۔ اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے"

(سورہ مائدہ ۹۳ ترجمہ تفہیم القرآن جلد ا صفحہ ۵۰۳۔ از سید مودودیؒ)

یہ واقعہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ اگر تمہیں میرا یہ مکتوب صبح کو ملے تو شام تک اُن کو مہلت نہ دینا اور اگر شام کو ملے تو صبح کا انتظار نہ کرنا اور فوراً انہیں میرے پاس بھجوانا۔ چنانچہ انہیں پکڑ کر مدینہ بھیجا گیا وہ جب وہاں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کو جمع فرمایا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اسّی کوڑوں کا مشورہ دیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "شراب پینے سے انسان اول فول بکنے لگتا ہے اور اکثر تہمتیں لگاتا ہے لہٰذا شراب کی سزا وہی ہونی چاہیے جو قذف کی ہے۔ چنانچہ سب صحابہؓ نے اس رائے سے اتفاق فرمایا اور شراب پینے کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر ہوئی اور حضرت عمرؓ نے اس فیصلہ کا حکم نامہ تمام ممالکِ محروسہ کے علاوہ حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو بھی لکھ بھیجا۔ (نیل الاوطار جلد ۷، ص ۱۴۶، جامع الاصول جلد ۴ صفحہ ۳۳۱)۔ اور یہی حدِّ "شربِ خمر" قرار پائی۔

۲ — حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص اپنے غلام کو لایا اور عرض کیا اس نے میرا آئینہ چرایا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "غلام بھی تیرا ہے اور آئینہ بھی تیرا ہے" لہٰذا قطعِ ید نہیں یعنی جہاں بھی حقِ ملکیت پایا جائے وہاں قطعِ ید نہیں ہوگا۔ صحابہ کرامؓ کے قیاس کی اور بھی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ بعض واقعات آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ میں پیش آئے اور رسالتمآب نے اُن کی توثیق فرمادی مثلاً جب حضرت عمرؓ نے ایک منافق کے آنحضرتؐ کے فیصلے سے مطمئن نہ ہونے پر اُس کو قتل کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ الفاظ فرمائے تھے "آج عمرؓ نے اسلام اور کفر کا فرق واضح کر دیا۔"

قیاس کے خلاف صحابہؓ کے اقوال اور اُن کے محمل — ایک طرف قیاس کے بارے میں بزرگوں کے اقوال و عمل موجود ہیں اور دوسری طرف اُن کی مخالفت میں بھی اُن کے اقوال ہیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک موقع پر فرمایا: "ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت فی کتاب اللہ برائی یعنی کون آسمان اپنے زیرِ سایہ مجھے رکھے گا اور کون زمین مجھے اُٹھائے گی جب میں اللہ کی کتاب میں اپنی رائے سے کچھ کہوں گا (منہاج الاصول)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: "ایاکم واصحاب الرائی فانھم اعداء السنن اعلیتھم الاحادیث

ان یحفظوھا فقالوا بالرای " یعنی لوگو! اصحاب رائے سے غور کرو کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں، حدیث محفوظ رکھنے سے وہ عاجز ہیں اس لیے اپنی رائے سے کہتے ہیں۔" سیدنا علی رضؓ کا ارشاد ہے۔ لوکان الدین یوخذ قیاساً لکان باطن الخف اولی بالمسح من ظاھرہ" ترجمہ اگر دین قیاس سے حاصل کیا جاتا تو موزہ کے نیچے کے حصہ پر مسح کرنا اوپر کے حصے پر مسح کرنے سے زیادہ بہتر ہوتا۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا" بذھب قراءکم وصلحاءکم ویتخذ الناس رؤسا جھالا یقیسون الامور برایھم" ترجمہ تمہارے اہلِ علم اور صلحا رخصت ہو جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے وہ معاملات میں اپنی رائے سے قیاس کریں گے (منہاج الاصول)

بظاہر ان اقوال میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت تضاد نہیں ہے بلکہ رائے اور قیاس کی مخالفت کا مقصود محض احتیاط ہے کہ ہر کس و ناکس اس کا مدعی نہ بن جائے نیز اس لیے کہ اس کی اجازت ان ہی لوگوں کو ہو جو ہر حیثیت سے اس کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے قیاس کی اجازت ان ہی مسائل میں جن کی حقیقی معنی میں ضرورت سمجھی جائے گی اور بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشباہ و نظائر پر قیاس کیا جائے گا لیکن جہاں سہل پسندی اور ہوا و ہوس کے غلبے کی وجہ سے ضرورت بنالی جائے گی یا قیاس کرنے میں اس کے حدود و قیود کی رعایت نہ ملحوظ رکھی جائے گی وہاں قیاس کی قطعاً اجازت نہ ہوگی۔ مذکورہ مخالفت کے اقوال میں اسی کی طرف اشارہ ہے ورنہ اگر قیاس کا دروازہ مطلق بند کر دیا جائے تو نئے مسائل کے حل کی کوئی شکل نہیں رہ جاتی ہے۔

منکرین قیاس کی اقسام

امام ابوالحسن الماوردیؒ احکام السلطانیہ میں لکھتے ہیں" جو لوگ قیاس کا انکار کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک گروہ تو بالکل قیاس کا منکر ہے اور ظاہری نصوص کی پیروی کرتا ہے۔ یہ لوگ اقوالِ سلف کو اس حد تک مانتے ہیں کہ جب تک وہ نص کے خلاف نہ ہوں اجتہاد اور رائے سے کنارہ کش رہتے ہیں، قضاء وغیرہ کے مسائل میں ان لوگوں پر اعتماد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ علمِ فقہ کو کامل طور پر نہیں جانتے ہیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو قیاس کے گو منکر ہیں مگر استنباطِ فقہی میں الفاظ اور معنی مطلوب دونوں کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اہلِ ظاہر کہا جاتا ہے"۔ (بحوالہ اٰثار امام شافعیؒ از ابوزہرہ صفحہ ۵۰۵)

قیاس اور ائمہ اُمت
اس عنوان کے ذیل میں ہم قیاس کے متعلق مجتہدین اُمت کے افکار و آراء پر روشنی ڈالیں گے تاکہ حجیت کا مزید اثبات ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اور قیاس
عموم علل اور اس سے شدید وابستگی ہی امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں فقہائے عراق اور فقہائے حجاز کے درمیان فیصلہ کن فرق تھا۔ چونکہ امام ابوحنیفہؒ صحت قیاس کی صورت میں تعمیم عرض کے بہت حریص تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے حدیث کے بجائے قیاس و رائے میں زیادہ نام پایا۔ اور اسی وجہ سے آپ کے قیاسات کی خبریں لوگوں میں عام طور پر پھیلنے لگیں۔ ورنہ آپ کے نزدیک حدیث نبوی بڑا بھاری قابل حجت تھی اور ہرگز آپ دین میں کوئی نئی بات اختراع کرنے والے نہ تھے۔ امام صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کتاب و سنت اور صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ میں کوئی مسئلہ نہ پاتے تو اجتہاد کرتے اور پیش آمدہ مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غائرانہ نظر ڈالتے کبھی قیاس کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی استحسان پر عمل فرماتے، لوگوں کی مصلحت اور عدم حرج آپ کے رہنما اصول تھے جنہیں کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ عام حالات میں قیاس پر عمل کرتے جب قیاس کرتے قباحت دیکھتے اور وہ لوگوں کے معاملات سے لگا نہ کھاتا تو استحسان کی طرف رجوع کرتے، استحسان و قیاس دونوں میں لوگوں کا تعامل آپ کا ہادی اور رہنما ہوتا تھا (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو" امام ابوحنیفہؒ از ابوزہرہ۔ ترجمہ غلام احمد حریری ص ۵۰۸ تا ۵۲۹)۔

امام مالکؒ اور قیاس
مالکیوں کا اس پر اجماع ہے کہ امام مالکؒ قیاس پر عمل کرتے تھے۔ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ بعض اُن مسائل میں قیاس کرتے تھے جن میں صحابہ کے فیصلوں کا حکم ہو چکا ہے، امام مالکؒ منصوص قرآنی آیات سے قیاس کرتے تھے اور احادیث سے جو احکام ثابت ہیں اُن پر بھی قیاس کرتے تھے۔ اسی طرح وہ اُن امور پر قیاس کرتے تھے جنہیں وہ اہل مدینہ کے اجماع کے مقام پر سمجھتے تھے (تفصیل ملاحظہ ہو" امام مالک؛ ابوزہرہ۔ ترجمہ عبید اللہ قدسی ص ۱۷۳ تا ۳۷۸")

امام شافعیؒ اور قیاس
مذہب شافعیؒ میں قیاس کو شرعی دلیل ہونے کی حیثیت سے ایک مستقل درجہ حاصل ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے "الرسالہ" میں دیگر دلائل شرعیہ کے ساتھ قیاس کا بھی مفصل ذکر کیا ہے مثلاً فرماتے ہیں "ایک تو یہ ہے کہ چیز اصل کے معنی میں رہے اور اس میں قیاس مختلف نہ ہو۔ دوسری یہ کہ ایک چیز اصول میں متعدد مشابہ چیزیں ہوں۔ اس وجہ سے اس چیز کا قیاس اس چیز سے کیا ہو جو اس

سے زیادہ متعلق ہو اور اُس سے مشابہ ہو"۔

قیاس کی حجت بیان کرتے ہوئے آپ نے ثابت کیا ہے کہ وہ اُمورِ دین سے ہے۔ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ مجتہد کو اجتہاد کرنے میں اجر ملتا ہے اگرچہ اُس نے خطا ہی کیوں نہ کی ہو۔ چنانچہ اس ضمن میں امام شافعیؒ نے عمرو بن العاصؓ سے مروی ایک روایت بیان کی ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جب حاکم نے فیصلہ کیا اور اُس میں اجتہاد کر کے صحیح فیصلہ کیا تو اُس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اجتہاد میں غلطی کی تو اُس کو ایک اجر ملے گا۔ اس کے بعد آپ بتاتے ہیں کہ قیاس کا حق کس کو ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ قیاس کے کئی وجوہ ہیں جن میں قوی تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کسی چیز کی تھوڑی مقدار کو حرام بتائیں تو اُس سے یہ معلوم ہو گا کہ جس چیز کا قلیل حرام ہو گا اُس کا کثیر بھی حرام ہو گا۔ اس لیے کہ قلت پر شدت کی زیادتی سے وہ چیز زیادہ حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے تھوڑی سی اطاعت کی تعریف تو زیادہ اطاعت پر اُس کی تعریف بدرجہ اُولیٰ ہو گی۔ اسی طرح جب زیادہ مقدار میں کوئی چیز جائز ہو تو اُس سے زیادہ مقدار میں بھی وہ جائز ہونا چاہیے۔

امام شافعیؒ نے کثرت سے ایسے مسائل کی مثالیں دی ہیں جن کو انہوں نے قیاس سے مستنبط کیا۔ انہوں نے منکرینِ قیاس سے مناظرے بھی کیے جن سے مکتبِ شافعیؒ میں قیاس کی اہمیت واضح ہوتی ہے تاہم قیاس کے سلسلے میں امام شافعیؒ کا مسلک دیگر مکاتبِ فقہ کے بین بین ہے (ریاض الفقہ از عبدالغنی قادری)

امام احمد بن حنبلؒ اور قیاس امام احمد بیک وقت محدث بھی تھے اور فقیہہ بھی، اس سلسلے میں جو موقف انہوں نے اختیار کیا ہے وہ اعتدال پر مبنی ہے۔ وہ قیاس کی مطلق نفی نہیں کرتے جیسا کہ ظاہریہ کرتے ہیں اور قیاس میں غلو کرنا بھی امام احمدؒ کا شیوہ نہیں جیسا کہ عراقیوں کا وطیرہ ہے امام احمدؒ نے وسطی راہ اختیار کی اور وہ قیاسِ صحیح کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے "روضہ" میں اُن کا قول نقل کیا ہے کہ "کوئی شخص بھی قیاس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا"۔

امام احمدؒ کے بارے میں بعض علماء کا ایک ادّعا یہ بھی ہے کہ قیاس کی نفی کرتے تھے۔ چنانچہ اُن سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا "فقہ مجمل اور قیاس کے بارے میں گفتگو کرنے سے احتراز کرنا چاہیے"۔ لیکن قاضی ابو یعلیٰ حنبلیؒ امام صاحب کی اس روایت کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر قیاس کو نص کے مقابلے میں لایا جائے تو وہ غیر معتبر بلکہ قیاسِ فاسد ہے۔ علاوہ

انہیں سب ہی حنابلہ اس پر متفق ہیں کہ امام احمد قیاس سے کام لیتے تھے۔ یہ لوگ اپنے اس قول کی تائید میں امام احمدؒ کے اقوال اور فروعِ منقولہ پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب قیاس کی نفی نہیں کرتے تھے بلکہ اُسے مانتے تھے اور اس کے قائل تھے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے حنابلہ نے اُصولِ فقہ کے سلسلے میں متعدد بلند پایہ اور مفید کتابیں لکھیں، اُن میں علی بن محمد بن عقیل البغدادی ۵۱۳ھ، ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء ۴۵۸ھ، ابو الخطاب محفوظ بن احمد بن الحسین البغدادی ۶۹۵ھ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے شاگرد ابن القیمؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے اُصولِ فقہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس علم کے قواعد مرتب کرنے اور اُن کی توضیح و تشریح کرنے میں کافی جد و جہد کی اور قیاس پر خصوصیت کے ساتھ قدم اُٹھایا اور پھر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیم نے فقہ اسلامی کی اس شاخ "قیاس" پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس معاملے میں یہ دونوں سلفِ صالح کے مسلک پر گامزن ہوئے اور انہی کے نقشِ قدم کی روشنی میں آگے بڑھے اور قیاس کے سلسلے میں امام احمدؒ سے جو فروع منسوب تھے، انہیں نقل کیا، ان کی چھان بین کی، اُن کی توضیح و تشریح کی اس سلسلے میں انہوں نے صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کے مناہج کے عام طور پر اور امام ابن احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے منہاج کی خاص طور پر وضاحت کی (تفصیل ملاحظہ ہو "حیات احمد بن حنبلؒ از ابو زہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری ص ۳۷۶ تا ۳۹۴)۔

قیاس اور ابن تیمیہؒ ابن تیمیہ قیاس کی اس تعریف کو تسلیم کرتے ہیں جو فقہا نے کی ہے، لیکن بایں ہمہ اُن کی رائے ہے کہ لفظ "قیاس" بجائے خود ایک مجمل لفظ ہے جس میں قیاس صحیح اور قیاس غیر صحیح دونوں داخل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ قیاس صحیح شریعت میں وارد ہے اور وہ نام ہے دو چیزوں کو ملا دینے کا حکم میں، اور جداگانہ چیزوں کو فرع میں الگ الگ رکھنے کا"۔ (تفصیل ملاحظہ ہو، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ از ابو زہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری ص ۶۹۵ تا ۷۱۹)۔

امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید امام ابن قیمؒ نے بھی قیاس کو شریعت کا معتبر اُصول تسلیم کیا ہے اور اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اُس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے اقسام کا ذکر کر کے موافق اور مخالف حضرات کے دلائل پیش کیے ہیں، اس کے بعد قوی دلائل کے ذریعے منکرین قیاس کی تردید کی ہے۔ امام ابن القیمؒ نے قیاسِ فاسد اور قیاس صحیح میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے قیاسِ صحیح

کا نام "میزان" رکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ "میزان" ہی وہ صحیح قیاس ہے جس کے بارے میں قرآن میں صریحاً یہ مذکور ہے "اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو صداقت و میزان کے ساتھ اُتارا" (ملاحظہ ہو، امام ابن القیم از شرف العظیم۔ ترجمہ رشید احمد ارشد)

قیاس اور ابن حزم ظاہری

ابن حزم کا انداز کلام قیاس کے بارے میں اس شخص جیسا ہے جو اس سے انکار کرتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رائے کی کسی بھی قسم کو تسلیم نہیں کرتے۔ قیاس رائے کی اولین قسم ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں" متاخرین اصحاب فتویٰ میں سے کچھ لوگ دین میں قیاس کو حجت مانتے ہیں ان کا قول ہے کہ ایسے مسائل و حوادث آئے دن ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، جن کا کتاب و سنت میں کوئی ذکر نہیں نہ ان پر اجماع قائم ہوا ہے۔ کتاب و سنت میں ان کے اشتباہ و امثال کو دیکھتے ہیں اور جہاں نص یا اجماع نہ ہوگا وہاں حکم صادر کر دیتے ہیں کیونکہ دونوں میں علت حکم ایک ہی ہوتی ہے لہٰذا ہم ایک ہی حکم دیتے ہیں۔ جملہ ماہرین اصحاب قیاس جن میں احناف و شوافع بھی شامل ہیں یہی کہتے ہیں۔ احناف و مالکیہ میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یک گونہ مشابہت کی بنا پر دونوں کو ایک ہی حکم میں شریک کر دیا گیا ہے۔"

اس ہی بنیاد پر ابن حزم قیاس کا شدت سے انکار کرتے ہیں (تفصیل کے لیے حیات ابن حزم از ابوزہرہ۔ ترجمہ غلام احمد حریری ص ۵۸۱ تا ۵۹۵)۔

(جاری ہے)

(بقیہ حکمت سید مودودیؒ)

صرف ان کے اتباع میں ہے۔ مگر تمہارا عمل کہتا ہے کہ ان کا بتایا ہوا کوئی طریقہ تمہیں پسند نہیں۔ ان کے کسی حکم کی اطاعت پر تم راضی نہیں اور فلاح تمہیں ہر راستہ میں نظر آتی ہے مگر نہیں نظر آتی تو اسی ایک رسول کے راستہ میں جس کے اتباع کی دوسروں کو دعوت دیتے ہو۔ اس روش کو اگر ایک غیر مسلم مضحکہ انگیز قرار دے تو آخر ہم کیا جواب دے کر اسے مطمئن کر سکتے ہیں؟ اور جو چیز معمولی انسانوں کو کھٹکتی ہو۔ کیا ہم توقع رکھتے ہیں کہ اللہ کی نگاہ حقیقت بین اسے پسند کرے گی؟